OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 3 (July-September 2021)

غیر مسلم ممالک میں نکاح اور سیر وگیسی سے متعلق مسائل واحکام: ایک تجزیاتی مطالعہ

A Study of the Issues and Rulings related to Marriage and Surrogacy in Non-Muslim Countries

Hafiz Muhamamd Abid Noman

Doctoral Candidate Islamic Studies, Kulliah Arabic, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Hafiz Muhammad Arif Siddiqi

Doctoral Candidate Islamic Studies, Government College University Faisalabad, Faisalabad

Abstract

Marriage (Nikah) is a contract between a man and women which allows them to have an intimate. In surrogacy there is no legal wed lock, and the surrogate mother just consents to carry a pregnancy for intended parent(s).Islam encourages one to marry, it does not matter how engrossed one becomes chasing their dreams i.e. education, work and trade, it is secondary as getting married is cited as completing half of your faith. Such a partner should possess inner and outer beauty as well as a good education and proper upbringing, along with good manners however this is not a prerequisite. Islam teaches one should look to favour inner beauty as outer beauty fades. One must try to avoid a partner who is infertile or has bad character. Wealth and lust should be completely overlooked. In this article we are not just discussing the Islamic laws regarding marriage, but also discussing an important topic in today's world, surrogacy, in the light of Quran, Hadith and Highly Ranked Scholars.

Keywords: Non-Muslims Countries, Marriage, Surrogacy

CC BY

تمہید

نکاح مرد و عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں جبکہ سیر وگیسی ایک نکاح کے بغیر تولید یا بچے کی پیدائش کا ایک ایسا عمل ہے جس میں ایک عورت کسی دوسرے جوڑے کے نطفے کو اپنے رحم میں رکھتی، اُس کی نشو نما کرتی اور اُس بچے کو دنیا میں لانے کا سبب بنتی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم دنیا کے جس خطے میں فروکش ہو جائیں ہمیں نکاح سے قبل سعی و کوشش کر کے بہترین رشتہ تلاش کرنا ضروری ہے۔ وہ بہترین رشتہ حسن وزیبائی۔ تعلیم و تربیت۔ اخلاق و کردار سے متصف ہو۔ خاندان شریف۔ عورت مسلمہ ،عفیفہ اور ولود(بچہ جننے والی)ہو۔ بد کردار، ناشزہ اور عقیم سے ہر دو جانب سے اجتناب کیا جائے۔ صرف مال و دولت، خوبصورتی اور وقتی لذت کافی نہیں ہے۔ اس مقالہ میں غیر مسلم ممالک میں نکاح کے مسائل واحکام کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے ایک اہم مسئلے سیر وگیسی پر قرآن وحدیث اور فقہی تفاسیر وآراء کی روشنی میں بحث کی گئ ہے۔

نکاح وطلاق کے مسائل واحکام

بقائے انسانی، عفت و عصمت اور متمدن زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے نکاح کو مشروح کیا ہے۔ یہ زوجین کے لئے سکونِ قلب کا باعث ہے۔ نکاح سے پہلے ہر دو فریق کو سو بار سوچنا چاہیے، اور بعد ازں جدائی کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیے۔ عافیت کی زندگی بسر کرنے کے لئے میاں بیوی کے درمیان مذہبی، فکری اور تہذیبی ہم آہنگی بے حد ضروری ہے۔ بدیں وجہ مسلمان کا نکاح کافرہ سے اور کافر کا مسلمان عورت سے جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں مشرکین کی دو قسمیں بیان کی گئیں ہیں: ۱:۔ غیر اہلِ کتاب ۲:۔ اہلِ کتاب

اول الذکر سے رشتہ نکاح جائز نہیں ہے۔ تفصیل اس کی درج ذیل ہے:

غیر اہلِ کتاب سے مناکحت کی ممانعت

قرآن حکیم نے ایسے لوگوں سے کہ جن کا مذہب آسمانی نہیں ہے سے نکاح کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ-وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْۚ-وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْاؕ-وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْؕ-اُولٰٓىٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ-وَ اللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖۚ-وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ[1]﴾(اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔) اس آیت مبارکہ میں واضح الفاظ میں مسلمان کو مشرک خواتین کے ساتھ نکاح سے منع کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح مسلمان عورتوں کو مشرک مردوں سے بھی نکاح کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ ایمان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اللہ پاک نے یہاں تک فرمادیا کہ حسین و جمیل، صاحبِ حیثیت اور اعلیٰ حسب ونسب والی عورت اگر مشرکہ ہے تو اس کے مقابل ایک عام صورت غریب مسلم باندی سے نکاح کرنا بہتر ہے۔ اس آیت مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان نکاح کی ممانعت کا اصل سبب بھی

واضح کر دیا ہے کہ شرک اور توحید دو متضاد عقیدے ہیں۔ شرک، سبل ہے جبکہ توحید سبیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان متضاد اعتقادات و نظریات کی موجودگی میں عائلی معاملہ نہ تو چل سکتا ہے اور نہ اس معاہدہ کے ذریعے فریقین میں محبت و اعتماد کی بنیادی شرط کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے عقیدے میں اتنا بڑا فرق کسی بھی وقت فریقین میں تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔ قرآن مجید نے ایک اور مقام پر صلح حدیبیہ کے بعد پیدا ہونے والی صورتِ حال کے تحت حکم صادر فرمایا کہ جو مسلمان عورتیں مشرکین کے نکاح میں ہیں وہ اگر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آجائیں تو انہیں دوبارہ مکہ نہ بھیجو کیونکہ ان کے درمیان ازدواجی رشتہ متضاد عقیدوں کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ[2]﴾۔(نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال۔)اس آیت کے ذیل میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:﴿هذه الآ ية هى التى حرمت المسلمات على المشركين و قد كان جائز افى ابتداء الا سلام ان يتزوج المشرك المومنة﴾"یہی آیت ہے جس کے بعد مسلمان عورتوں کے مشرکین سے نکاح کی حرمت وارد ہوئی۔ ورنہ آغازِ اسلام میں مشرک مرد کا مومنہ عورت سے شادی کرنا جائز تھا۔" یہ ایسا حکم حرمت تھا جس نے ان عورتوں پر مشرک مردوں اور مومنین پر مشرکہ عورتوں کے نکاح کو فسخ کر دیا جو ہجرت کے بعد مسلمان شوہروں کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کی بجائے مکہ مکرمہ رہ گئی تھیں۔ اللہ رب العزت نے ان کے درمیان علیحدگی کر دی۔ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ امام نخعی اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں: "کفار مسلمان عورتوں سے اور مسلمان مرد مشرک عورتوں سے نکاح کرتے تھے مگر اس آیت میں ایسی تمام شادیوں کو منسوخ کر دیا گیا۔"[3] حکمِ الٰہی پر صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی ایسی ازواج جو کہ کافر تھیں کو عقدِ زوجیت سے فی الفور فارغ کر دیا۔ علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:﴿فطلق المومنون حين نزلت هذه الآ ية كل امراة كافرة كانت تحت رجل منهم[4]﴾"جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے ہر اس کافر عورت کو جو ان میں سے کسی صحابی کے عقد میں تھی، فوراً طلاق دے دی۔" صحیح بخاری میں جنابِ عمرِ فاروق کا طرزِ عمل یوں ذکر کیا گیا:﴿ان عمر طلق امراتين قريبة بنت ابى امية وابنة جرول الخزا عى فتزوج قريبة معاوية و تزوج الا خرى ابو جهم[5]﴾"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکہ ہی میں مقیم تھیں طلاق دے دی۔ ان میں سے ایک قریبہ بنت ابو امیہ تھی، جس کا نکاح بعد ازاں حضرت معاویہ سے ہوا (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے)۔ سیدنا عمر کی دوسری بیوی ام کلثوم بنت عمرو بن جرول الخزاعی تھی، جس نے بعد ازاں اسی کے خاندان کے ایک شخص ابو جہم سے شادی کر لی۔"۔ اس کے برعکس قرآن نے اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔

اہل کتاب سے مراد

اہل کتاب سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس کا جامع جواب الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے:﴿اختلف العلماء فى المراد با هل الكتاب،فذهب الحنفية الى ان المراد بهم كل من يو من بنبى و يقر بكتاب و يدخل فى ذلک اليهود والنصارى و من آمن بز بور داؤد عليه السلام و صحف ابراهيم عليه السلام، وذلک؟ لا نهم يعتقدون دينا سماويا و منزلا بكتاب[6]﴾

" علماء کا اہل کتاب کے بارے اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی پر ایمان رکھتے ہوں اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرتے ہوں اور ان ہی میں یہودی اور نصرانی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور پر اور حضرت ابراہیم کے صحائف پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ لوگ آسمانی دین اور آسمانی کتاب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

کتابیہ سے نکاح کا قرآنی جواز

سورۃ الممتحنہ میں اللہ رب العزت نے مشرکین سے نکاح کی ممانعت کی تھی جبکہ سورۃ المائدہ میں اہل کتاب عورتوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: (آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے اور پارسا (پاک دامن) عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت (ضائع) گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار (نقصان اٹھانے والا) ہے۔)[7] آیت مذکورہ بالا میں محصن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ محصنٰت سے مراد عفیف و پاکدامن، اچھے اخلاق والی عورتیں ہیں۔ احصان کی شرط کے ساتھ مخصوص حالات میں کتابیہ سے نکاح کا جواز جمہور کے نزدیک صحیح ہے۔ لیکن عمومی حالات میں اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اہل کتاب خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی- قرآن نے خود ان کے شرکیہ عقائد کو بیان کیا ہے۔ وجہ جواز یہ ہے کہ دونوں میں کافی حد تک اعتقادی یکسانیت پائی جاتی ہے اگرچہ اہل کتاب بعض عقائد کا محض دعویٰ کرتے ہیں مگر قرآن نے ان کے دعویٰ کو بھی قطعی رد نہیں کیا۔ مثلاً وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ وحی اور رسالت کو بھی مانتے ہیں۔ موت کے بعد برزخ اور بعد ازاں اُخروی زندگی کے بھی قائل ہیں۔ ملا محمد جیون لکھتے ہیں: "محصنات کا لفظ پاک دامن عورتوں کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ والذین یرمون المحصنٰت میں ہے۔ اور کتابیات کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ والمحصنٰت من المومنٰت من الذین او توا الکتٰب میں ہے۔ اور اسی آزاد عورتوں کے لئے بھی جو خاوندوں والی ہوں۔"[8] مفسر ابو بکر الجصاص اسی موضوع پر مزید بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "اللہ رب العزت نے پاک دامن مسلمان عورتیں (تمہارے لیے حلال ہیں) میں مومن عورتوں کا ذکر کیا ہے اور یہ لفظ ان تمام مومنات کو شامل ہے جو پہلے مشرکہ یا کتابیہ تھیں اور پھر مسلمان ہو گئیں۔ لیکن جو عورتیں بچپن ہی سے مسلمان تھیں ان پر ایسی مومنات کو محمول کرنا درست نہیں جو اہل کتاب تھیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (والمحصنت من الذین او توا الکتب) اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لیے حلال ہیں)- کو ان کتابی عورتوں پر محمول کرنا واجب ہے جو مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔[9]﴾ صحابہ اکرام میں سے بعض نے اہل کتاب خواتین سے نکاح کیے۔ امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص نے تفسیر احکام القرآن میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت اس جواز کی نہ صرف قائل تھی بلکہ ان میں سے بعض نے نکاح عملاً کئے بھی تھے۔ جصاص لکھتے ہیں: ﴿واتفق جماعة من الصحابة على اباحة اهل الكتاب الذميات سوى ابن عمر[10]﴾ "ابن عمر کے علاوہ گروہِ صحابہ اہل کتاب عورت سے نکاح کے جواز پر متفق ہے۔" مفسر ابو بکر الجصاص الحنفی سمیت دیگر فقہاء کرام اور مفسرین عظام نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز پر بحث کرتے ہوئے ان صحابہ کرام کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کیا تھا۔ مثلاً جناب عثمان غنی نے ایک نصرانی عورت جبکہ جنابِ طلحہ نے یہودی عورت سے نکاح کیا۔ حالانکہ اس وقت آپ کے نکاح میں مسلم زوجات بھی تھیں۔ امام ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

"روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نائلہ بنت فرافصہ سے نکاح کیا تھا۔ ان کا تعلق بنو کلب سے تھا اور وہ مذہباً عیسائی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مسلمان بیویوں کے ہوتے ہوئے ان سے نکاح کیا تھا اور حضرت طلحہ کے بارے کہا جاتا ہے کہ آپ نے شام کی ایک یہودی عورت سے نکاح کیا۔ تابعین سے بھی ایسے نکاح کا جواز مروی ہے جن میں حسن بصری، ابراہیم نخعی اور شعبی نیز دوسرے احباب بھی شامل ہیں۔"[11] حضرت حذیفہ بن یمان نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا تو جناب عمر نے لکھا کے اسے طلاق دے دو۔ جناب حذیفہ نے حضرت عمر کو جواب میں لکھا کہ کیا یہ میرے لیے حرام ہے؟ حضرت عمر نے جواب دیا: حرام نہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم اہلِ کتاب کی غیر محصن عورتوں سے نکاح کرنے لگو گے۔[12] ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا:﴿شهدنا القادسية مع سعد و نحن يومئذ لا نجد سبيلا الى المسلمات و تزوجنا اليهوديات والنصرانيات فمنا من طلق و منا من امسک[13]﴾"ہم قادسیہ کی جنگ میں جناب سعد بن ابی وقاص کے ساتھ (شریک جہاد) تھے۔ ان دنوں ہمارے پاس مسلمان عورتوں سے شادی کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہم نے یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ شادی کر لی۔ پھر ہم میں سے بعض نے طلاق دے دی اور بعض نے نکاح کو باقی رکھا۔"۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مذکورہ مسئلہ پر تفسیر ذکر کرنا افادہ سے خالی نہیں ہے۔ آپ امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف بیان کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں:"امام ابو حنیفہ تو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے اور ایسی کتابیہ یا باندی کے ساتھ بھی نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں جو پاک باز نہ ہو۔ کیونکہ آیت (واحل لکم ماوراء ذلکم) حکم عام ہے۔(اس میں غیر عفیفہ کتابیہ اور بادی کتابیہ دونوں آتی ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مفہوم مخالف اگرچہ معتبر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں معتبر نہیں۔ اسی لیے ان کے نزدیک ایسی لونڈی مومنہ ہو اور بدکارہ ہو، اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اسی وجہ سے امام بیضاوی نے فرمایا کہ یہاں مومنات میں سے محصنات کی تخصیص صرف اولیٰ کی ترغیب کے لئے ہے۔ یعنی اگرچہ غیر محصنات سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن محصنات سے نکاح کرنا اولیٰ ہے۔"[14]۔ اور اس پر اجماع ہے کہ ہر آزاد کتابی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اختلاف صرف باندی کتابی عورت کے ساتھ نکاح میں ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس بحث کے آخر میں خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: صابی عورتوں سے نکاح کرنے کے بارے امام ابو حنیفہ اور صاحبین میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ نے نکاح جائز قرار دیا ہے کیونکہ آپ کے نزدیک صابی زبور کتاب پر ایمان رکھے ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی اس لیے وہ اہل کتاب میں سے ہیں۔ یہی حکم ان لوگوں کا ہو گا جو صحفِ ابراہیمی اور صحف شیث پر ایمان لائے۔[15]

کتابیہ سے دعوتی نقطۂ نظر کے اعتبار سے نکاح

دعوتی نقطہ نظر سے اہل کتاب خواتین سے نکاح کرنے کے بارے اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے ۲۵ ویں فقہی سیمینار مورخہ ۵ تا ۷ فروری ۲۰۱۶ء منعقدہ جامعہ دار الحدیث بدر پور (آسام) میں پیش کیے جانے والے مقالات میں مفتی عابد الرحمٰن بجنوری اہل کتاب "اسلام کی نظر میں" اس حوالے سے لکھتے ہیں: اس وقت دنیا میں جتنے بھی اہل کتاب یہود و نصاری موجود ہیں، وہ بظاہر عیسائی یا یہودی ہیں، لیکن عقیدہ مشرک، دہریہ اور کمیونسٹ اور سائنس پرست اور مادیت پرست ہیں، مذہب ان کے نزدیک خام خیالی اور واہمہ ہے، اس لیے اس طرح کے افراد اہل کتاب میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ وہ ملحد اور کافر ہیں، اس لیے دعوت و تبلیغ کا بہانہ بنا کر ان سے نکاح کرنا اور ازدواجی تعلق قائم کرنا اور ان کے ساتھ حیات مستعار کو گزارنا بہر حال مکروہ ہو گا، کیونکہ دار الکفر کا ماحول ہی کافرانہ، ملحدانہ، زندقانہ، مرتدانہ اور مشرکانہ اور جاہلانہ ہوتا ہے، ہاں اگر کامل یقین ہو کہ نکاح کے بعد وہ

کتابیہ مسلمان ہو جائے گی اور اس کے خاندان کے افراد کو بھی اس کے ایمان لانے سے فیض ہو گا تو ایسی کتابیہ عورت سے دعوتی نقطہ نظر سے دار الکفر میں نکاح کرنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔[16]۔ مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔

اہل کتاب مردوں کے ساتھ مسلمانوں کی عورتوں کا نکاح

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۱ ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یومنوا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: مشرک مردوں کے ساتھ مومن خواتین کا نکاح نہ کرو۔[17]۔ حدیثِ مبارکہ میں بھی صراحت کے ساتھ مسلمان خاتون کی کتابی مرد سے نکاح کی ممانعت موجود ہے۔ بیہقی میں یہ روایت موجود ہے: ﴿قال رسول الله ﷺ : تتزوج نساء اهل الكتاب ولا يتزوجون نساء نا۔[18]﴾ "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے ہیں اور وہ ہماری عورتوں کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے۔" تفسیر طبری میں ہے: عکرمہ اور حسن بصری نے کہا کہ مسلمان عورتوں کو مشرک مردوں پر حرام فرما دیا گیا ہے۔ قتادہ اور ظہری کہتے ہیں کہ تمہارے لیے ناجائز ہے کہ تم کسی مسلمان عورت کا کسی یہودی یا عیسائی سے نکاح کرو۔[19] امام ابن ابی حاتم اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تمہارے لیے یہ رواء نہیں ہے کہ تم کسی مسلمان خاتون کا کسی بھی یہودی یا عیسائی یا مشرک سے نکاح کرو جو تمہارے دین کو نہ مانتا ہو۔"[20] نواب صدیق بن حسن بھوپالی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ﴿اجمعت الامة على ان المشرك لا يطأ المو منة [21]﴾ امت کا اجماع ہے کہ بے شک مشرک مومن عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ تفسیر ماجدی میں مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں: "یعنی ہر قسم کے کافر۔ قانونِ اسلام کا منکر جو کوئی جس قسم کا بھی ہو مومن خاتون اس کے نکاح میں نہیں جا سکتی ہے"۔[22] غلام احمد پرویز مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: مسلمان مرد اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کر سکتے ہیں لیکن مسلمان عورتیں اہلِ کتاب کے مردوں سے شادی نہیں کر سکتیں۔[23]۔ مولانا امین احسن اصلاحی سورۃ المائدہ، آیت ۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "یہی وجہ ہے کہ مسلمان مردوں کو تو کتابیات سے نکاح کی اجازت دی گئی لیکن مسلمان عورت کو کسی صورت میں بھی کسی غیر مسلم سے نکاح کی اجازت نہیں دی گئی خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی۔"[24] بعض مفکرین جیسا کہ ڈاکٹر شکیل اوج نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ مسلمان عورت بھی کسی کتابی مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اس مسئلے میں قرآن ساکت ہے جس نے اس مسئلے کو مجتہد فیہ کر دیا ہے۔ جو مثبت اور منفی ہر دو طرح سے قابل فہم اور لائق شمول ہو سکتا ہے۔ یعنی ضروریات زمانہ کے اقتضاء سے بھی کوئی صورت اختیار کی جا سکتی ہے۔ بہر حال ہمیں اس سکوت کا اثباتی پہلو (مشرک مرد سے جوازِ نکاح) زیادہ قرینِ صواب لگتا ہے۔[25] ڈاکٹر شکیل اوج کی اس آزاد خیالی اور جمہور علماء و مفسرین سے جداگانہ تفسیر کا سب سے بہترین جواب علامہ غلام رسول سعیدی کی تبیان القرآن کے بعد شائع ہونے والی تفسیر تبیان الفرقان میں دیا گیا ہے۔ علامہ سعیدی لکھتے ہیں: "قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے چار محرمات کا ذکر فرمایا ہے: ﴿انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله "[26]﴾ ان چار چیزوں کے علاوہ باقی حرام چیزوں کے بیان کے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہے تو کیا کسی شخص کا یہ کہنا صحیح ہو گا کہ چونکہ باقی حرام چیزوں کے بیان سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہے تو ان میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور کسی حرام چیز کو کوئی مجتہد اپنے اجتہاد سے حلال قرار دے سکتا ہے تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہو گا؟ اور اگر اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے تو پھر ڈاکٹر محمد شکیل اوج کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہو گا کہ "گویا قرآن کے سکوت نے اس مسئلہ کو مجتہد فیہ کر دیا ہے"۔ میں کہتا ہوں: اگر اہل کتاب مردوں سے مسلم خواتین کا نکاح جائز ہوتا تو اللہ

عزوجل اس جواز کی ضرور تصریح فرما دیتا اور اس پر سکوت نہ فرماتا، کیونکہ حلال اور حرام کے مسئلہ میں سکوت فرمانا اور اس کو ابہام میں رکھنا قرآن مجید کا اسلوب نہیں ہے، حدیث میں ہے: "الحلال بین والحرام بین" (حلال بھی غیر مبہم ہے اور حرام بھی غیر مبہم ہے)۔[27] جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرک مردوں کے ساتھ مسلم خواتین کے نکاح کی مطلقاً ممانعت فرمادی ہے، ارشاد باری ہے: ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یومنوا۔"[28] خلاصہ کلام یہ ہے کہ مفسرین اور علمائے اسلام کے صریح حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مسلمان عورت کا کسی کتابی یا مشرک مرد کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ اہلِ کتاب مرد و عورت سے نکاح کے جواز اور عدمِ جواز کے بعد میں ہم سیروگیسی (Surrogacy) یعنی عورت کا رحم کرائے پر حاصل کرنے کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں

کتابیہ وغیر کتابیہ کا رحم کرائے پر حاصل کرنا

موجودہ دور میں نہ صرف مغربی ممالک بلکہ ترقی پذیر ممالک میں بھی اس کا چلن عام ہوتا جارہا ہے۔ حالیہ عرصے میں نکاح وطلاق سے ماوراء، کسی دوسرے کی کوکھ سے بچے کی پیدائش ہونا عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کی وجوہات میں آئی وی ایف جیسی تکنیکوں میں ہونے والی پیش رفت، روایتی رویوں میں نرمی اور دیر سے بچے پیدا کرنے کا بڑھتا ہوا رجحان شامل ہیں۔ بی بی سی کے مطابق پچھلی دو دہائیوں میں عالمی سطح پر یہ رجحان بڑھا ہے۔ اس بارے میں حتمی اعداد و شمار تو میسر نہیں لیکن ۲۰۱۲ میں سروگیسی سے جڑی صنعت کا سالانہ حجم ۶ بلین ڈالر تھا۔ صرف برطانیہ میں سروگیسی کے ذریعے ہونے والی پیدائش کے بعد جاری کیے گئے ولدیت کے احکامات کی شرح ۲۰۱۱ میں ۱۲۱ سے ۲۰۱۸ میں ۳۶۸ تک، یعنی تین گنا بڑھ گئی ہے۔ سروگیسی کے ذریعے پیدا ہونے والے بچوں کی اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے کیونکہ والدین اس قسم کے حکم نامے جارے کروانے کے پابند نہیں۔[29]

سیروگیسی سے کیا مراد ہے؟

Surrogacy is an arrangement, often supported by a legal agreement, whereby a woman (the surrogate mother) agrees to bear a child for another person or persons, who will become the child's parent(s) after birth.

(سیروگیسی ایک ایسا نظام ہے۔ جسے قانونی معاہدے کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے تحت ایک عورت (سروگیٹ ماں) کسی دوسرے شخص یا افراد کے بچے کی پیدائش پر راضی ہو جاتی ہے، جو پیدائش کے بعد بچے کے والدین بنیں گے۔)[30]

سیروگیسی کی ضرورت

اِسکی ضرورت مختلف حالات کی وجہ سے پیش آتی ہے، مثلاً یا تو اس خاوند کی بیوی بچے کو جنم نہیں دینا چاہتی کہ کہیں جنم کی وجہ سے اُسکی خوبصورتی ختم نہ ہو جائے یا پھر اُسکی بیوی جان کے خوف یا پھر کمزوری کی وجہ سے بچے کو پیدا نہیں کرتی تو اَیسے حالات میں کسی عورت کو پیسے دے کر اُسے اُجرت پر لے کر اُسکے رحم میں اُسپرم (منی) کا بیضہ رکھا جاتا ہے تا کہ وہ اس سے حاملہ ہو اَور اُسکے بچے کو جنم دے۔

Surrogates have made parenthood an option for people who might not be able to adopt a child, perhaps because of their age or marital status.

سر وگیسی نے ان لوگوں کے لیے بھی والدین ہونا ممکن بنادیا ہے جو شاید اپنی عمر یا ازدواجی حیثیت کی وجہ سے شاید کوئی بچہ اختیار نہیں کرسکتے ہیں۔)[31]

سیر وگیسی کا طریقہ کار

آسان الفاظ میں اگر ہم اس طریقہ کار کی وضاحت کریں تو اس طریقہِ علاج میں میڈیکل لیبارٹری میں خاوند اُور بیوی کا بیضہ لے کر اُجرت پر لی گئی عورت کے رحم میں رکھا جاتا۔اس عمل میں مرد کا مادہ منی (اُسپرم) سے بیضہ اُور اُسکی بیوی کا بیضہ حاصل کر کے اُسے پھر کسی اُیسی عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے جو اُسکی بیوی نہ ہو،اس عورت کو اُجرت پر لیا جاتا ہے پھر اُسکے رحم میں وہ بیضہ رکھا جاتا ہے جس سے وہ عورت حاملہ ہو جاتی ہے۔اس عمل کو سروگین کہتے ہیں اُور جس عورت کے رحم میں یہ عمل ہوتا ہے اُسے سروگیٹ کہتے ہیں: اُور اِس سارے عمل کو سروگیسی بھی کہتے ہیں۔سروگیسی دو طرح کی ہو سکتی ہے: جیسٹیشنل، جہاں سروگیٹ ماں کی کوکھ میں بیضہ (ایگ) اور نطفہ (سپرم) داخل کیے جاتے ہیں، اور روایتی، جہاں سروگیٹ ماں کا اپنا بیضہ استعمال ہوتا ہے۔ سروگیسی خاص طور پر ان جوڑوں کے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے جو قدرتی طور پر بچے پیدا نہیں کرسکتے۔[32]

اسلام میں سیر وگیسی کا حکم

سروگیسی کا یہ عمل قرآن و اُحادیث کی درج ذیل نصوص کی روشنی میں قطعاً حرام وناجائز ہے اُور اخلاقاً بھی اِسلام اسکی اِجازت نہیں دیتا۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ[33]﴾(اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ اُن پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔) اس آیت مبارکہ میں صریح بیان کیا گیا ہے کہ شرمگاہ کے استعمال کی صرف دو صورتیں ہیں ایک خاوند و بیوی کے درمیان اور دوسری ملکیت میں موجود لونڈی ہے۔علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اس جگہ ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جس طرح مردوں کے لیے جائز ہے کہ وہ بغیر نکاح کے جنسی عمل کریں کیا اس طرح عورتوں کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ بغیر نکاح کے اپنے غلاموں سے جنسی عمل کرائیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صریح فحشاء اور بے حیائی ہے اور قرآن مجید میں زنا اور بے حیائی کو سخت حرام فرمایا ہے۔[34] واضح رہے کہ اب دنیا میں غلاموں اور لونڈیوں کا چلن ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں اس آیت کریمہ کو وسیع تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ سروگیسی میں ایک عورت کے رحم کو غیر مرد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو کہ قرآن کے صریح خلاف ہے۔یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے تو شرمگاہ کا کہا ہے رحم کا تو نہیں کہا۔ تو اس آیت سے استدلال کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ رحم شرمگاہ کے تابع ہے یعنی رحم وہی استعمال کر سکتا ہے جسکو شرمگاہ استعمال کرنے کی اِجازت ہے تو جب کسی اجنبی مرد کو شرمگاہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں تو رحم کی بھی نہیں ہو گی کیونکہ رحم تابع ہے اُور شرمگاہ متبوع لہذا جو متبوع کا حکم ہو گا وہی تابع کا، متبوع (شرمگاہ) حرام ہے تو تابع (رحم) بھی منطقی طور پہ حرام ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے اِس عمل کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا:﴿ وعَنْ رُوَیْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :من کان یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ والْیَوْمِ الْآخِرِفلا یَسْقِیَ مَاءَہُ ولدَغَیْرِہِ ﴾[35]"حضرت رویفع بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسکے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنا مادہ منی (اسپرم) کسی اور (اجنبی عورت) کی کھیتی (رحم / شرمگاہ) کو پلائے (یعنی اُسکی شرمگاہ یا رحم کو استعمال کرے)۔"اِس حدیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ وہ اپنا مادہ منی (اسپرم) کا بیضہ کسی اور کی کھیتی یعنی رحم میں ٹرانس پلانٹ نہیں کرسکتا اگر وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اگر وہ ایسا حرام فعل کرے گا تو وہ بے ایمان ہے۔ابو داؤد، ترمذی اور ابنِ حبان نے ولد کی جگہ زرع (کھیتی) آیا ہے۔لفظ (زرع غیرہ) میں تعمق کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سروگیسی کا عمل قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔اس میں اختلاط انساب کا بھی ڈر ہے۔ پھر جس اجنبی عورت کے رحم میں وہ بچہ پرورش پائے گا اسکی عادات و سکنات بھی اس میں کسی حد تک منتقل ہونگی۔پس یہ عمل کسی بھی صورت میں جائز نہیں بلکہ زنا کے حکم میں ہے۔ذخیرہ تفاسیر میں ہمیں اس جدید مسئلے کے حوالے سے خاطر خواہ مواد نہیں مل سکا۔البتہ راقم کے نزدیک مرد اگر اس عورت سے نکاح کرلے جس کا رحم کرائے پر حاصل کرنا مقصود ہو تو جواز کی صورت بن سکتی ہے۔اپنی تائید میں ہم مفتی منیب الرحمٰن کا ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا اگر شوہر کا مادہ تولید غیر معروف طریقے سے عورت کے جسم میں رکھ دیا جائے تو کیا اس طریقے سے اولاد کے لئے کوشش کرنا جائز ہے؟ آپ لکھتے ہیں:" جہاں تک کسی عورت کے رحم میں اس کے شوہر کے علاوہ کسی غیر مرد کا مادہ منویہ یعنی تولیدی جرثومہ (Spems) انجکشن یا کسی بھی مصنوعی طریقے سے پہنچانے کا تعلق ہے تو یہ از روئے حدیث ممنوع، حرام ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تمہیں وہ حدیث بیان کررہاہوں جو میں نے یوم حنین کو رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، آپ نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی غیر کی کھیتی میں ڈالے۔[36] البتہ سوال میں جس صورت مسئلہ کا حکم دریافت کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی کمزوری یا نقص کے سبب شوہر اپنے مادہ منویہ کو عملِ تزویج کے ذریعے بیوی کے رحم میں پہنچانے پر قادر نہیں ہے اور بعض اوقات بیوی کے رحم کی ساخت میں کسی نقص اور خرابی کے باعث اس میں شوہر کا مادہ منویہ پہنچ نہیں پاتا۔ ان دونوں صورتوں میں شرعاً مرد کا مادہ منویہ (یعنی تولیدی جرثومہ) مصنوعی طریقے سے اس کی اپنی بیوی کے رحم میں پہنچانا جائز ہے، لیکن شرعی احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ بیوی کے رحم میں اس کے شوہر کا تولیدی جرثومہ پہنچانے کے لئے لیڈی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی جائیں، کیونکہ عورت کی فرج کو غیر مرد کے سامنے کھولنا حرام ہے اور اس عمل سے اگر تقدیر الٰہی سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ صحیح النسب اور ثابت النسب ہوگا۔ سائنسی اور طبی اعتبار سے تو اس عمل کا امکان اور وقوع بیسویں صدی کے آخر میں ظاہر ہوا ہے۔علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث صفحات ۹۳۵ تا ۹۴۸ ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور مصنوعی تولید کے عنوان کے تحت اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: فقہاء اسلام نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ بغیر مجامعت کے مرد کے پانی کو عورت کی اندامِ نہانی میں پہنچا دیا جائے، جس سے عورت حاملہ ہو جائے۔ یہ عمل اگرچہ نادر ہے لیکن اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ بعینہٖ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جزئیہ ہے اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، انہوں نے اب سے کئی سو برس پہلے ایسے اصول اور قواعد بیان کر دیے جس سے کئی سو برس بعد پیش آنے والے مسائل حل ہو گئے۔"[37]

سیروگیسی میں مرد اور عورت سے ثبوتِ نسب کا حکم

مفتی تقی عثمانی کے پاس مولانا مفتی عبد الواحد نے اپنی چند تحقیقات بھیجیں جس میں یہ موقف اختیار کیا کہ اگر میاں بیوی کا مخلوط نطفہ کسی اور عورت کے رحم میں رکھا جائے تو نطفے والا مرد اس بچے کا باپ اور نطفہ والی عورت اور جس عورت کے رحم میں وہ نطفہ رکھا گیا وہ دونوں اس کی مائیں ہوں گیں۔[38] مفتی تقی عثمانی کو درج بالا موقف سے اختلاف تھا جس پر انہوں نے مفتی عبد الواحد سے طویل خط و کتابت کی، مفتی تقی عثمانی کا موقف یہ ہے کہ جس عورت کے رحم میں بچہ پرورش پا کر دنیا میں آتا ہے وہی اس کی ماں کہلائے گی۔ آپ لکھتے ہیں:" آج سے تقریباً سال ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے میں نے امریکی رسالے Times میں ایک مضمون پڑھا تھا کہ امریکی عدالتوں میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ قانوناً ماں "صاحبۃ الرحم" کو کہا جائے یا "صاحبۃ النطفہ" کو۔ صاحبۃ الرحم نے بچہ اپنا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور جہاں تک مجھے یاد ہے وہ مقدمہ جیت گئی تھی۔ اگر یہ لادینی عدالتیں جن کے فیصلوں کا دارومدار صرف طبی اور عقلی تحقیق پر ہے، شرعی اصولوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، وہ "صاحبۃ الرحم" کو ماں قرار دے تو " اصحاب النصوص الشرعیۃ" کو بطریق اولیٰ یہی کرنا چاہیے۔ بالخصوص جبکہ اس میں شدید فتنوں کا سنگین خطرہ ہے، جیسا کہ احقر پہلے عرض کر چکا ہے۔ بے شک بچے کا اثبات نسب ایک اہم مسئلہ ہے، لیکن جہاں اس کی شرعی حدود میں گنجائش نہ ہو، وہاں کھینچ تان کر ایک کھلے امر غیر مشروع کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو ثابت النسب کہنا احقر کو بہت سنگین معلوم ہوتا ہے۔ تاہم چونکہ مسئلہ نیا ہے اور اس کا صریح حکم فقہ کی کتابوں میں ملنے کی امید بھی نہیں ہے۔"[39] خلاصہ کلام یہ ہے کہ سروگیسی کا عمل قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اس میں اختلاط انساب کا بھی ڈر ہے۔ پھر جس اجنبی عورت کے رحم میں وہ بچہ پرورش پائے گا اسکی عادات و سکنات بھی اس میں کسی حد تک منتقل ہونگی۔ پس یہ عمل کسی بھی صورت میں جائز نہیں بلکہ زنا کے حکم میں ہے۔ ذخیرہ تفاسیر میں ہمیں اس جدید مسئلے کے حوالے سے خاطر خواہ مواد نہیں مل سکا۔ البتہ راقم کے نزدیک مرد اگر اس عورت سے نکاح کرلے جس کا رحم کرائے پر حاصل کرنا مقصود ہو تو جواز کی صورت بن سکتی ہے۔ اس صورت میں نطفے والا مرد اس بچے کا باپ اور نطفہ والی عورت اور جس عورت کے رحم میں وہ نطفہ رکھا گیا وہ دونوں اس کی مائیں ہوں گی۔

نتائج وسفارشات

- نکاح مرد و عورت کے مابین ایک شرعی معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں جنسی تعلق جائز اور اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے۔
- سیروگیسی بغیر نکاح کے ایک ایسا تولیدی عمل ہے جس میں ایک عورت کسی دوسرے جوڑے کے نطفے کو اپنے رحم میں رکھ کر بچے کو دنیا میں لانے کا سبب بنتی ہے بدیں وجہ جائز نہیں ہے۔
- مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں قبل از نکاح انتہائی کوشش سے بہترین رشتہ تلاش کرنا ہے۔
- نکاح صرف مال، حسن اور ذات پات دیکھ کر نہیں کرنا چاہئے بلکہ سیرت و کردار کو سیکھ کر کرنا لازمی ہے لازمی ہے۔
- ہر دو جانب سے زوج کو مسلمان، پاکدامن، باکردار اور خشیتِ الٰہی والا ہونا چاہئے جبکہ بدکردار، نافرمان اور عقیم سے ہر دو جانب سے احتراز کیا جائے۔

- سکون کی زندگی بسر کرنے کے لئے زوجین کے مابین مذہبی، فکری اور تہذیبی ہم آہنگی ازبس ضروری ہے۔بدیں وجہ مسلمان کا نکاح کافرہ سے اور کافر کا مسلمان عورت سے جائز نہیں ہے۔

References

[1] Al-Bāqarh,2:221.
[2] Al-Mūmtāhināh,60:10.
[3] Mūhammad Bin Ahmad-Al-Ansarī,Al-Qūrtubī,Al-Jāmi li Aḥkām al-Qurān(Beirūt: Dār al-Kitāb)17-18,59.
[4] Al-Tābarī,Mūhammād Bin Jareer,Al jāmi al-bayān Fi Tāfseer-al Qur'ān,28:72.
[5] Būkhāri,Al-Sahīh,Kitāb Al-Mashrūt,Bāb-Al-Shrūt Fi_Al_Jīhād,Hadīth:2733.
[6] Mausū'ah Fiqhīya,15/122-170.
[7] Al-Māidah 5:5
[8] Mūllā Mūhammad jīwan Tafsīrāt-e-Ahmadiya(Ziā-Al-Qurān Publications,Lāhore,Jūne, 2019AH):383.
[9] Abū Bakar Aḥmad Ibn'Alī-al-Rāzī al-Jaṣāṣ,Aḥkām al-Qurān(Beirūt: Dār-Al-Kūtub al-Fiqar 1432 AH) 3:461.
[10] Al-Jaṣāṣ, Aḥkām al-Qurān:460.
[11] Al-Jaṣāṣ, Aḥkām al-Qurān,:460.
[12] Al-Jaṣāṣ, Aḥkām al-Qurān,:459.
[13] Ibn-e-Abī Sheibāh,Al-Muṣannaf:16169.
[14] Qāzī Mūhammad Sanā-ullāh Pānī Patī,Tafsīr-e-Mazharī,3:42.
[15] Tafsīr-e-Mazharī, 3:42.
[16] Mūftī Abid-Al-Rehmān,Ahl-e-Kitāb sy Mūtaliq Ahkām(Indiā: Islāmic Fiqh Academy, 2017AD), 287 .
[17] Hāfiz Ismāīl Bin Kathīr,Tāfsīr-al-Qurān,1:297.
[18] Abūbakar Ahmad Bin Hūssain,Bāyhaqī,Sunan Kubrā:7.172.
[19] Mūhammad Bin Jareer,Tabarī,Jāmi-al-Bayān Fi-Tafsīr-al-Qurān, (Riādh 1434)3:718.
[20] Abdul Rehmān Bin Mūhammad Bin Idrees, Ibn abi Hatim,Tafsīr-al-Qurān, Maktabah Nazāar Mustafa-Al-Bāaz,(Makkah Mukarramah 1447AH),2:399.
[21] Nawāb Siddiq Hassan Būphālī,Fatah-Al-Bayān fi Maqāsid-Al-Qur'ān,Beirūt:Dār al-Kutub al-Ilmiyah:1420,1-310.
[22] Abdul Mājid Daryā Abādī,Molānā,Tafsīr Majdi, Pāk Company,Lāhore,115.
[23] Parvaiz, Ghulām Ahmad,Matālib-Al-Furqān,talū Alfurqān(Talū Islām Trust Lāhore 1993) 3:342.
[24] Molānā Ameen Ahsan,Islāhi,Tadabbur Qur'ān(Farāan Foundātīon Lāhore 2012)2:466.
[25] Shakeel auj,Doctor,Nasaiyāt(Kulya muarif Islamia Jamiah Karachī 2012):100.
[26] Al-Bāqarah 2:172 .
[27] Būkhāri, Muhammad Bin Ismail, Sahih Bukhārī, Kitāb-Al-Imaan ,Hadīth :52.
[28] Saidīi,Allāma Ghulām Rasool,Tibyān-Al-Furqān:1,494.
[29] https://www.bbc.com/urdu/science-48067202 accessed on 13- 08-2020.
[30] https://en.wikipedia.org/wiki/Surrogacy accessed on 16-08-2020.
[31] https://www.webmd.com/infertility-and-reproduction/qa/who-uses-surrogates accessed on 16-08-2020.
[32] https://surrogate.com/about-surrogacy/types-of-surrogacy/what–is gestational-surrogacy/accessed on.16-08-2020.
[33] Al-Momīnoon,23:5.7.

[34] Allāma Ghūlām Rasool, Saīdī, Tibyān-Al-Qur'ān:7,855.
[35] Abū Eesā Mūhammad Bin Eesā, Tirmizī, Kitāb-Al-Nikāh, Hadīth: 1131.
[36] Tirmizī, Kitāb-Al-Nikāh, Hādīth: 1131.
[37] Mūneeb-Ur-Rehmān, Mūfti, Professor, Tafīm-ul-Masāil, 2:355,356.
[38] Taqī Usmānī, Mufti, Fatāwāh Usmāni, (Maktabah Mārif-al-Qurān Karāchī 1438),Kitāb-Al-Tibb Wal Tadāvī, 284,285.
[39] Taqī Usmānī, Mūftī, Fatāwah Usmāni, Tarteeb wa Takhreej, Muhammad Zubair Haq Nawāz, Maktabāh Mārif-Al-Qurān Karāchī 1438, Kitāb-Al-Tibb Wal Tadāvī, 4:316.